5 موجودہ دستکار برادری

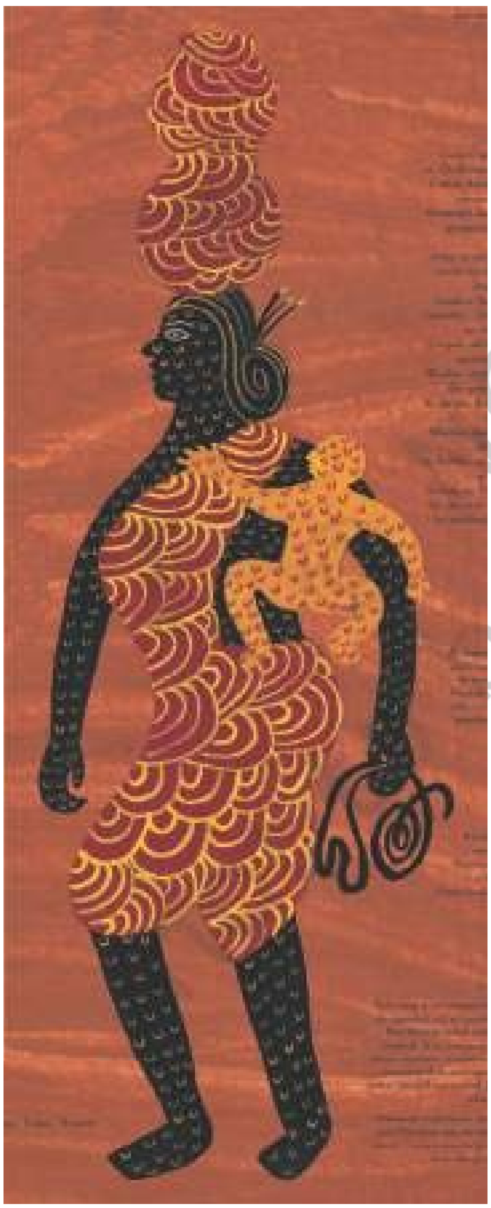

حکومت کی تمام تر پالیسیوں اور اسکیموں نیز غیر سرکاری اور سرکاری ایجنسیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود ہندوستان میں دستکاری کی حالت جیسی ہونی چاہیے ویسی نہیں ہے۔ خام مال کی دستیابی اور قدرتی وسائل، جن پر دستکار اپنے کام کے لیے منحصر رہتا ہے میں تیزی سے آرہی کمی سے لے کر اپنے کاروبار کی ترقی یا کم سے کم اسے قائم رکھنے کے لیے حاصل محدود وسائل تک نیز فیکٹریوں کے ذریعہ بنے سستے کپڑوں، چینی کھلونوں، پلاسٹک کی چٹائیوں یا اسٹیل کے گھڑوں کی بازار میں بہتات اور بازار میں ان کے لیے کم ہوتی ہوئی جگہ کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ گذشتہ 100 برس کے دوران دستکاروں کی معاشی حالت انتہائی خراب ہوگئی ہے۔

اس باب میں ان وجوہات کا جائزہ لیا جائے گا کہ آخر دستکار برادری کی حالت اوران کا مرتبہ اس قدر خستہ کیوں ہے۔

رویے جو دستکاروں کے بارے میں ہمارے نظریہ قائم کرتے ہیں

دستکار برادری کی خستہ حالت کی پہلی وجہ دستکاری اور سماج میں دستکاروں کے کردار کے متعلق ہماری سوچ پر مضمر ہے۔ لوگ کسی دستکار کو کس طرح دیکھتے ہیں: کیا وہ ایک فنکار ہے یا محض ایک مزدور؟ کیا دستکاری صرف جسمانی محنت کا کام ہے یا پھر ہنرمندی پر مبنی ایک سرگرمی جو کہ ہاتھ، دماغ اور دل کو یکجا کر دیتی ہے؟ دستکاری اور دستکار برادری کے تئیں یہ رویہ ہندوستان میں دستکاری کی ترقی میں پہلی بڑی رکاوٹ ہے۔

جب عورتوں نے کشیدہ کاری کو اپنے گذر بسر کے ذریعہ کے طور پر اختیار کر لیا تو انھوں نے دستکاری کے تجارتی اور روایتی شاخوں کے بیچ ایک واضح لکیر کھینچ دی ۔ یہ دونوں علاحدہ چیزیں ہیں اور ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتیں۔ دونوں کے ضابطے اور معیار مخصوص

© NCERT not to be republished

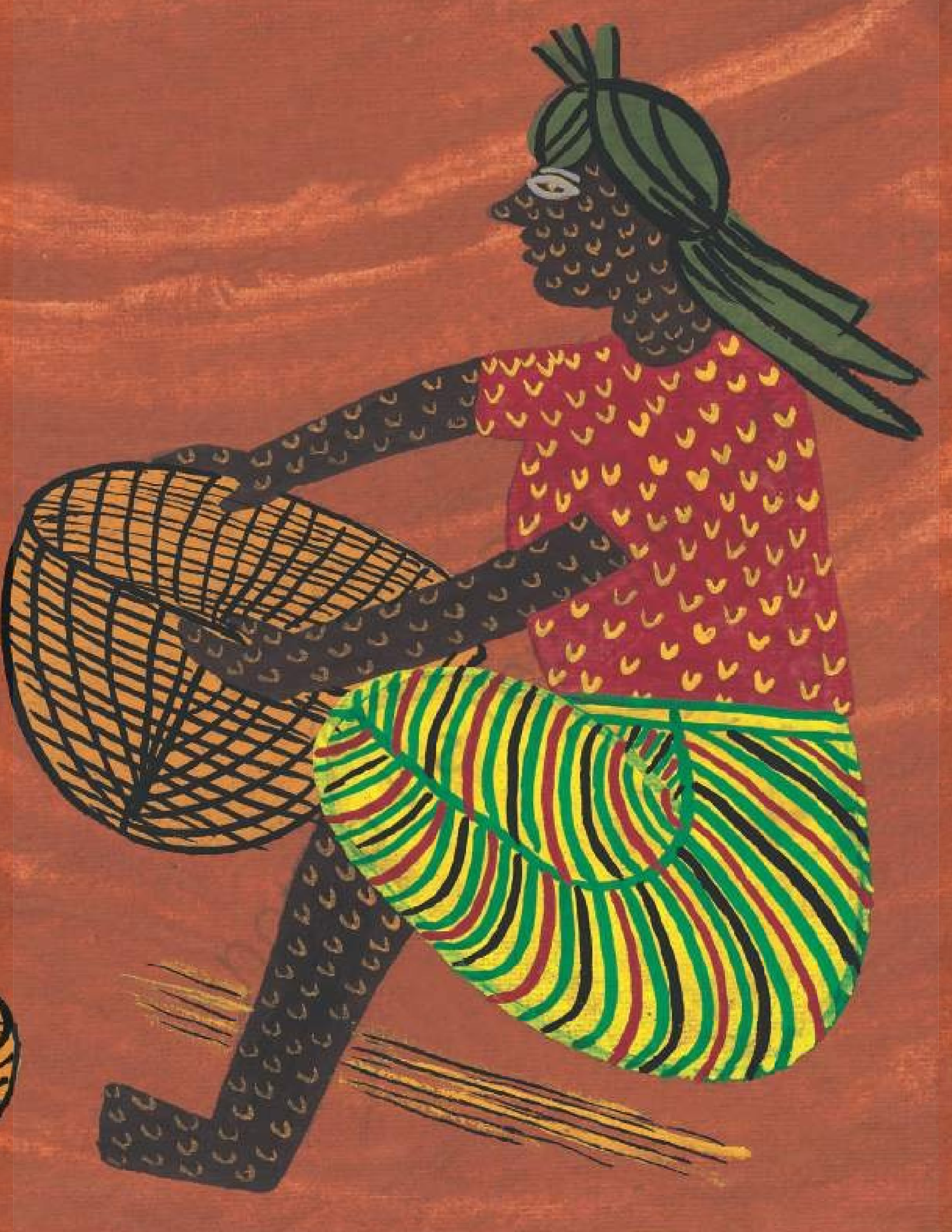

شکلوں، تناسب اور رنگوں کے نئے اختراعی خیال کے ذریعہ اپنے خواب کی تعبیر تلاش کرتا ہے۔

بہر حال کچھ ایسی دستکاریاں ہیں جن کے لیے دستکار خود ڈیزائن بھی بناتا ہے اور اس چیز کو بھی بناتا ہے۔ بطور خاص برتن بنانے، دیواروں کے لیے نقش ونگار بنانے، خاص قسم کی زردوزی، کھلونے اور ٹوکریوں کے ضمن میں یہ بات دیکھی جاتی ہے۔ کچھ ایسی دستکاریاں بھی ہیں جن میں پورا کنبہ یا کوئی کارخانہ یا کاریگروں کا ورکشاپ شامل ہوتا ہے۔ دونوں حالات میں اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان میں استاد بیک وقت دستکار ڈیزائنر، تخلیق کار اور بنانے والا سب غرض یہ کہ کچھ ہوتا ہے۔

دستکاری کے لیے ہندوستانی الفاظ 'ہست کلا'، 'ہست شلپ'، 'دستکاری' اور 'کاریگری' مستعمل ہیں اور ان تمام کے معنی ہاتھ کے کام ہیں لیکن ان ایسی اشیا کی جانب اشارہ کرتے ہیں جن میں ہنرمندی اور کاریگری دکھائی گئی ہے یعنی ہاتھوں کا مخصوص ہنر اور وہ بھی فنکاری کے ساتھ۔ ان اشیا کے ساتھ ان کا اپنا جمالیاتی پہلو بھی شامل ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کام کی چیز سے یہ قدر بھی وابستہ ہے جو محض استعمال سے آگے کی چیز ہے اور جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔

— ہندوستان کی دستکاری کی زندہ روایات

گیارھویں جماعت کے لیے دستکاری کی وراثت کی درسی کتاب، این سی ای آر ٹی

دستکاری اور مشین

نوآبادیاتی عہد سے قبل آرٹ اور دستکاری یہ دونوں اصطلاحیں ہندوستان میں مترادفات کے طور پر مستعمل رہیں۔ ہندوستان میں دستکار برادری کو سماج کے ناگزیر اور اہم حصہ کے طور تسلیم کیا جاتا تھا کیونکہ ان پر زندگی کے فروغ اور ترقی کا انحصار تھا۔ یورپ میں مشینوں کے آجانے کے بعد سے دستکار برادری کا کردار کمزور پڑ گیا اور دستکاری وہاں سے پوری طرح ختم ہوگئی۔ روزمرہ کی گھریلو ضروریات کی چیزیں جنھیں دستکار طبقہ بناتا تھا، اب انھیں وسیع پیمانے پر مشین کے ذریعہ تیار کیا جانے لگا۔ ہاتھ سے کیے جانے والے کام کو ذہنی کام کے مقابلے کمتر گردانا جانے لگا۔ مشین نے ہاتھ کے کام کی جگہ لے لی اور ہاتھ کے کام کو کم تر اور پرانے طرز کا سمجھا جانے لگا۔

ولیم مورس اور جان رسکن ایسے دو اشخاص تھے جنھوں نے دنیا کو اس افسوس ناک مغالطہ کے سلسلے میں ہوشیار کیا۔ 1850 کی دہائی میں 'ہاتھ کے کام کی خوشی برباد کرنے والے' کے طور پر مشین کی ان کی

اور مختلف ہیں۔ تاہم بازار کے ساتھ کام کرنے کے سبب اس بات پر بڑا اثر پڑتا ہے کہ ایک کاریگر کے طور پر اور اپنے سماج کے ایک رکن کے طور پر اپنے بارے میں کیا محسوس کرتی ہے۔

تجارتی کاموں کا پہلا اور شاید سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ ڈیزائن یا فن اور دستکاری اور محنت کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا۔ کاریگروں کو اپنے جمالیاتی احساس کے تحت چیزیں بنانے کے بجائے انھیں اُن کو چیزوں کو بنانے کے لیے کہا جاتا ہے جو کسی اور کی خواہش ہوتی ہوں۔ جب چار غیر مانوس رنگوں کے دھاگوں کا ایک سیٹ رباری عورتوں کو دیا گیا تو انھیں جھجک محسوس ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ ان کا استعمال کریں گی تو یہ رباری نہیں ہوگا۔ روایتی کاموں میں رنگوں، بخیوں، پیٹرن اور جھالر میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوتا بلکہ یہ اپنے آپ میں ایک اکائی ہوتے ہیں۔ ڈیزائن کی دخل اندازی سے یہ عناصر ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے ہیں اور نئی طرح سے ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

جب کوئی ڈیزائن کسی پیشہ ور ڈیزائنر کے ساتھ مخصوص ہوجاتا ہے اور دستکاری کی اشیا ان کے بنانے والے کاریگروں کو پس پشت میں ڈال دے تو ایسے میں دستکار مزدور ہو کر رہ جاتا ہے۔

—— جوڈی فریٹر

تھریڈس اینڈ وائسز

صدیوں تک ہندوستانی دستکاری اشیا اپنی جمالیاتی اور اپنے کام کی خاصیت کے لیے نمایاں رہیں۔ زمانۂ قدیم سے ہندوستان کے ڈیزائنر عموماً شلپی ہوتے تھے۔ کاریگروں یا دستکاروں کے گروپ ان شلپیوں کی نگرانی میں کام کرتے تھے ان کا تعلق ملک بھر میں مختلف پیشہ ورانہ گروہوں اور علاقائی مکتبۂ فکر سے ہوتا تھا۔ یہ ان کی نازک خیالی اور غیر معمولی ہنر تھا جس نے ہماری دستکاری کو قابلِ ذکر قوت، ڈیزائن اور خوبصورتی عطا کی۔

دستکاریوں کی وہ اقسام جن کی شروعات مغل دربار یا حکومت میں ہوئی ان میں بھی ڈیزائن کے لحاظ سے قابلِ ذکر نفاست کا مظاہرہ ملتا ہے۔ ان دستکاروں کے کاموں کی سرپرستی دربار اور اشرافیہ کرتے تھے۔ ان دستکاریوں میں ڈیزائن پر ایرانی یا دیسی اثرات کے تحت وجود میں آنے والی مغل دربار کی پینٹنگ اور مینا طور یعنی مختصر اور چھوٹی پینٹنگ کے اثرات نمایاں تھے۔ اس طرح کے نقش و نگار کے کام ہندوستانی قالین، کم خواب یا زربفت، پیپر ماشی اور پتھروں پر کندہ کاری وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہندوستانی دستکاری کی یہ ایک منفرد خصوصیت ہے کہ اکثر و بیشتر مختلف صلاحیت اور مختلف ہنر کے الگ الگ دستکار اپنی اپنی مخصوص دستکاریوں اور مہارتوں کے ساتھ مل جل کر کوئی ایک چیز ڈیزائن کرتے ہیں اور اسے بناتے ہیں۔ اس طرح ڈیزائنر یا استاد دستکار مکمل ڈیزائن کا خاکہ اپنے تصور میں بناتا ہے اور

© NCERT not to be republished

میں ہے)اس وقت کپڑوں کا بڑا مرکز ہوا کرتا تھا۔

پہلے ڈھاکہ میں ایک نادر قسم کا ململ بُنا جاتا تھا جسے اگر پانی میں بھگو کر گھاس پر پھیلا دیا جاتا تو وہ نظر نہیں آتا تھا اور چونکہ شام کی اوس پڑنے پر اس میں اور شبنم میں کوئی فرق نہ رہ جاتا اس لیے اسے شبنم یعنی شام کی اوس کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی ایک علاحدہ قسم کو آبِ رواں کے نام سے پکارا جاتا تھا کیونکہ یہ پانی میں غائب ہو جاتا اور نظر نہیں آتا تھا۔

برطانوی حکومت کے 1880 کے ایک فیصلہ کے تحت 'دی برڈ وو جرنل آف انڈسٹرئیل آرٹس آف انڈیا' کو ہندوستانی دستکاری کو دستاویزی شکل میں لانے کے لیے شائع کیا گیا تھا جو آج بھی ڈیزائن اور دستکاری کے ساز و سامان کے لیے ایک قابلِ قدر ماخذ ہے۔

برڈ ووڈ کی ہندوستان میں صنعت کاری کی مخالفت نے انھیں یہ یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ ہندوستانی دستکاری کی عظمت 'ہندو گاؤں کی خوش و خرم مذہبی تنظیم' میں مضمر ہے جہاں کمہار، بُنکر، تانبے کا کام کرنے والے اور جوہری شاندار اور بے مثال ضروری اشیا بناتے تھے۔

© NCERT not to be republished

مذمت نے انگلینڈ میں آرٹ اور کرافٹ کی تحریک کے آغاز کا اعلان کیا۔ انھوں نے لوگوں کو یہ یاد دلانے کے لیے بہت سے مضامین لکھے کہ انسان بنیادی طور پر تخلیق کار ہیں اور مشینیں ان کی زندگی سے خوشیاں چھین رہی ہیں۔ ان کی تحریروں نے ہندوستان میں کئی مفکروں کو کافی متاثر کیا جس کے سبب ہندوستان کی دستکاری کی روایت کے مطالعہ کے تئیں نئی دلچسپی بیدار ہوئی۔

بروقت دستاویز سازی

1856 میں اون جونس کی کتاب 'دی گرامر آف آرنامنٹ' میں اچھے ڈیزائن کے اصولوں کو تحریر کیا گیا ہے جس میں ایران، ہندوستان اور ہندوؤں کے زیورات کی مثالیں دی گئی ہیں۔ جونس لندن میں 1851 کی بڑی نمائش کے انعقاد میں بھی شامل ہوئے جس میں ہندوستان کی بہترین اور بیش قیمتی دستکاریاں نمائش کے لیے رکھی گئی تھیں تا کہ ''انگلینڈ کو صنعت کاری کے نقصانات سے متاثر برطانیہ کی کمزور دستکاری میں بہتری لانے میں مدد دی جا سکے۔''

یہ تصور کہ ہندوستان ایک غیر مہذب ملک ہے اور اس کی معیشت جامد ہے اور ہندوستانیوں کا طرز زندگی روایت ہے صدیوں سے تبدیلی نہیں آئی کے برخلاف ان نمائشوں کے ذریعہ یہ کوشش کی گئی کہ برطانیہ کے عوام کو ہندوستان کی عمدہ دستکاری سے متعارف کرایا جائے تا کہ ان کے اس تاثر میں تبدیلی آ سکے۔ اس لیے انگلینڈ میں نمائشیں ہوتی رہیں جن کے سبب ہندوستان کی عمدہ قسم کی دستکاری میں لوگوں کی زیادہ دلچسپی بڑھی۔

خوش قسمتی سے اسی دوران کچھ برطانوی افسروں نے روایتی ہنر، اوزاروں، کارخانوں اور چیزوں کو دستاویزی شکل دینے میں دلچسپی لینی شروع کی۔ انسائکلو پیڈیا، مردم شماری، نقشہ پیمائی اور سروے وغیرہ کیے گئے۔ یہ ریکارڈ ہندوستان میں صنعتی دور کے بعد کے زمانے میں معاصر ہندوستانی ڈیزائنروں اور دستکاری کے احیا میں انتہائی کارآمد ثابت ہوئے۔ ہندوستانی دستکاری پر نوآبادیاتی معیشت کے نقصان دہ اثرات کے باوجود برطانوی افسروں کے ذریعہ دستکاریوں کو دستاویزی شکل عطا کرنے کے اہم نتائج اس دور میں ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔

1880 میں شائع ایک کتاب 'انڈسٹریل آرٹ آف انڈیا' میں جارج سی۔ ایم۔ برڈووڈ نے بنگال میں ان کے زمانے میں کپڑوں کے شعبہ میں موجود دستکاری کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ سوتی اور ریشمی کپڑے بہار، بنگال، اڈیشہ اور آسام میں بنائے جاتے تھے۔ ڈھاکہ (موجودہ بنگلہ دیش

© NCERT not to be republished

1857 کے بعد انگریزوں نے کولکاتا، ممبئی اور چنئی میں آرٹ اسکول قائم کیے۔ آرٹ اسکولوں میں انگریزوں کا نصاب رائج تھا اور وہاں طلبہ کو مغربی فنون کے اصول ونظریات، جامد-زندگی اور خشکی کے مناظر کی تصویر کشی سکھائی جاتی۔ کچھ ہی دنوں میں آیل پینٹنگ نے روایتی ہندوستانی پینٹنگ کی جگہ لے لی۔ مغربی طرز کے فنون میں تربیت یافتہ طلبہ سامنے آئے۔ ہندوستانی اشرافیہ اور شاہی خاندان مغربی آرٹ سے متعارف ہوئے اور انھوں نے اس مغرب زدہ ہندوستانی آرٹ کی سرپرستی کی۔ اس طرح ہندوستان میں آرٹ یعنی فن اور کرافٹ یعنی دستکاری کی تقسیم ہوگئی۔ اس کی وجہ سے ہندوستانی دستکار طبقہ، جنھوں نے انتہائی وفاداری کے ساتھ ہندوستانی سماج کی صدیوں خدمت کی تھی، ان کی حیثیت میں مزید گراوٹ آئی۔

ٹکسٹائل ملوں کی مصنوعات، پرنٹنگ پریس اور ہندوستان کی ابتدائی فیکٹریوں نے گھروں میں استعمال ہونے والی ہندوستانی دستکاریوں کی جگہ لے لی۔ مغربی آرٹ اسکولوں میں پڑھائے جانے والے غیر ملکی تصورات ہندوستانی روایت کے متحد کرنے والے فلسفے یعنی آرٹ، دستکاری، فن تعمیر، ڈیزائن اور ان کے بنانے والوں کے مابین وحدت کے اصول سے یکسر خالی تھے۔ تعلیم کا رخ دیسی محرکات کی جانب موڑنے کی کئی جرأت مندانہ کوششیں ہوئیں لیکن مغربی ترقی میں ہندوستانیوں کو ان کے حق سے محروم کیے جانے کی شاطرانہ چال کہہ کر ان کی تنقید کی گئی۔

انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران کچھ سیاسی اور سماجی مصلحین نے نوآبادیاتی حملوں کے پیش نظر معاشی احیا اور ثقافتی اعتماد کے طور پر دستکاری کی صنعت کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ ان کے تصورات نے شاعر رابندرناتھ ٹیگور کو تحریک دی کہ وہ اپنی یونیورسٹی شانتی نکیتن میں دستکاری کا تجربہ کریں اور گاندھی جی کو دیہی صنعت پر زور دینے کی تحریک دی جو کہ آگے چل کر ہندوستان کی آزادی کی بنیاد بنا۔

جیسا کہ باب 3 میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں دستکاری سیاسی تصورات اور سرگرمی کے محرک کے طور پر سامنے آئی۔ سودیشی تحریک (ہندوستانیوں کے لیے اور ہندوستانیوں کے ذریعہ) نے انسانی محنت اور تخلیقی قوت کے وقار کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ ایک معمولی سا دستکاری کا آلہ — چرخہ — قومی بغاوت کی علامت بن گیا اور ہاتھ سے بُنا ہوا کپڑا آزادی کی مخصوص پوشاک بن گیا۔

اس کے بعد جو دستکاری انقلاب آیا اس کے ساتھ دیہی صنعت کا فروغ اور نئے صنعتی ماحول میں روایتی ہنر، مصنوعات اور بازار کا تحفظ اور فروغ کے تئیں قومی بیداری کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔

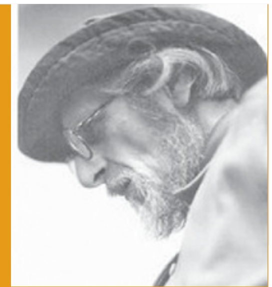

آنند کمار سوامی

آنند کمار سوامی نے ہندوستانی دستکاروں کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''دستکار کوئی فرد واحد نہیں ہے جو اپنی انفرادی ترنگ کا اظہار کرتا ہو بلکہ وہ اس کائنات کا حصہ ہے اور حسن اور غیر مبدّل قانون کے مرکزی خیال کو اظہار عطا کرتا ہے۔ جس طرح پیڑ اور پھول کرتے ہیں جن کی قدرتی اور بے ترتیب خوبصورتی کم خداداد نہیں ہے۔'' ہندوستانی دستکاروں کے بارے میں یہ خیال آنند کمار سوامی کا ہے، جن صلاحیت کے بارے میں کبھی کوئی حرف نہیں اٹھایا گیا۔

آنند کینٹش کمار سوامی (1947-1877) سری لنکائی نژاد تھے۔ ہندوستانی آرٹ اور دستکاری کے ممتاز ترین تاریخ دانوں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ علم ارضیات میں گریجویشن اور منیرلوجیکل (Mineralogical) سروے کے ڈائرکٹر بننے کے بعد انھوں نے 'سوشل ریفرمیشن سوسائٹی' بنائی اور ملکی تعلیم کے سلسلے میں ایک تحریک کی قیادت کی۔ انھوں نے تمام اسکولوں میں دیسی زبان کی تعلیم اور ہندوستانی تہذیب کے احیا پر زور دیا۔ ہندوستانی تہذیب کے بارے میں ان کا مطالعہ گہرا تھا اور اس کے تئیں وہ کافی احترام کا جذبہ رکھتے تھے۔ 1938 میں وہ ہندوستانی آزادی کی قومی کمیٹی کے صدر بنے۔ انھوں نے ہندوستانی فلسفہ، مذہب، فن اور مجسمہ سازی، پینٹنگ اور ادب، موسیقی، سائنس اور اسلامی فنون کے تئیں لوگوں میں فہم پیدا کرنے کے لیے کافی کام کیا۔ اپنی کتاب 'انڈین کرافٹس من' میں کمار سوامی نے دستکاروں پر جدیدیت اور یوروپی حکومت کے خراب اثرات کے بارے میں لکھا ہے اور انھوں نے ہندوستان کے صنعتی دور سے پہلے والے مثالی زمانے میں لوٹ جانے پر زور دیا۔

اگست 1947 میں انھوں نے ایک یادگار بیان دیا: ''ہندوستانی تہذیب کی قدر و قیمت، اس لیے نہیں ہے کہ یہ ہندوستانی ہے بلکہ اس لیے ہے کہ یہ تہذیب ہے۔''

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ کملا دیوی امریکہ کے بوسٹن میوزیم میں کمار سوامی سے ملیں جہاں وہ مشرقی شعبہ کے سربراہ تھے۔ کملا دیوی نے ان کے بارے میں لکھا: ''آنند کمارا سوامی اپنی مجموعی پیش بینی کے تعلق سے ہماری ثقافت کے منفرد ترجمان کے طور پر خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ بڑی حد تک گاندھی جی ہی کی طرح وہ تہذیب کو سماجی نامیاتی نظام کا اشاریہ سمجھتے تھے۔''

آرٹ اور دستکاری کے درمیان تقسیم

صنعتی انقلاب کے ابتدائی اثرات، 1857 کی بغاوت اور انگریزوں کے ہندوستان پر سیاسی اقتدار کے نتیجے میں کئی ادارے قائم ہوئے۔ ہندوستانی فنون اور تہذیب میں بڑھتی دلچسپی کے نتیجے میں ہندوستان کے محکمہ آثار قدیمہ اور کولکاتا میں ایشیاٹک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔ پہلا اہم میوزیم کولکاتا میں انڈین میوزیم کے نام سے 1857 میں قائم کیا گیا۔ شروع شروع میں ہندوستانی میوزیم میں آرٹ اور آثارِ قدیمہ علاحدہ علاحدہ شعبے تھے۔ اس کے علاوہ ارضیات، حیوانات اور انسانیات کے شعبہ بھی علاحدہ تھے۔ جہاں زمانہ قدیم کی دستکاری کی اشیا نمائش کے لیے رکھی جاتی تھیں۔ میوزیم میں پرانے زمانے کی چیزوں کو حفاظت سے رکھنے اور ان کے تحفظ کا انتظام تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس موجود دستکاری کی اشیا روایت کا مطالعہ اور اس پر تحقیق کرنے کا منفرد موقع بھی فراہم کرتی تھیں۔

© NCERT not to be republished

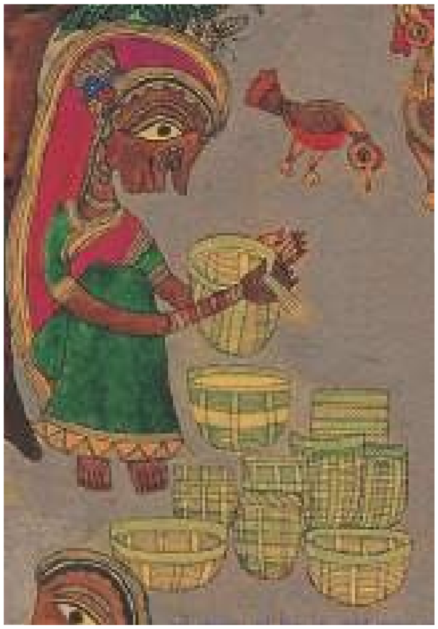

معاشی استحکام

ماضی میں دستکاروں کی آمدنی اوران کے کام کرنے کے حالات سب سے زیادہ نظرانداز کیے جانے والے پہلو رہے ہیں۔اس ملک میں کتنے لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ایک دستکار ہندوستانی فیکٹریوں میں کام کرنے والے عام مزدوروں سے کم کماتا ہے؟ کہیں کہیں تو انھیں سال بھر لگاتار کام یا ملازمت بھی میسر نہیں ہے۔زیادہ تر دستکار کاریگر اپنے گھروں پر ہی کام کرتے ہیں اور بہت سارے ایسے ہیں جو خام مال کی مسلسل فراہمی پر منحصر رہتے ہیں۔اس کا انحصار موسم اوران کی دکان پر بھی ہوسکتا ہے۔اچھی فصل نہ ہونے کی صورت میں قدرتی طور پر وسائل کی فراہمی اور دستکاری کی مصنوعات کی پیداوار متاثر ہوتی ہے۔ مزید برآں بے زمین دستکار برادری بازار پر منحصر ہوتی ہے۔اس لیے بازار میں آنے والے اتار چڑھاؤ سے وہ بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

ہندوستانی دستکاری کی روایت کے رہنما، قدیم تکنیک اور تہذیبی نظام کے وارثین، ایک دوسرے سے وابستگی پیدا کرنے والی اقدار کے تحت زندگی گذارنے والے فنکار اور تخلیق کار، زراعت پر مبنی معیشت میں پیداوار کرنے والے اور مادیت اور روحانیت کے درمیان تعلق کو قبول کرنے والے فلسفی بعض ایسے کردار ہیں جنھیں دستکار ادا کرتے ہیں۔بہر حال ان کی طویل تاریخ اور ہندوستان کی آزادی سے لے کر آج تک حکومت کے ذریعہ ان کے لیے بنائے گئے کئی منصوبوں اور اسکیموں کے باوجود ملک میں صرف چند ہزار دستکار ایسے ہوں گے جو سماجی اور معاشی طور پر بہتر صورت حال میں ہوں۔جبکہ بیشتر لوگ بدوقت تمام اپنا گزر بسر کر پاتے ہیں۔

کسی بھی مردم شماری میں یقینی طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وقتی فنکاروں اوران ہنرمند دستکاروں کو شامل کیا گیا ہوگا جو دیہی علاقوں میں حاشیہ پر پہنچا دیے گئے ہیں یا پھر شہروں کی جھونپڑ پٹیوں میں متبادل روزگار کی تلاش میں پھینک دیے گئے ہوں۔ہتھ کرگھے پر کام کرنے والے بُنکر، دہلی میں کوڑا اٹھانے والوں کے ساتھ رہتے ہیں، کچھ چیتھڑوں کی دریاں بنتے ہیں یا سلائی کی دکانوں سے حاصل کی ہوئی کترن سے لحاف تیار کرتے ہیں۔پھٹکر گھاس کی چٹائی بننے والے اور چھینٹا یا ڈلیا بنانے والے خالی میدانوں میں یا سڑکوں کے کنارے بھیڑ والے فٹ پاتھ پر کام کرتے ہیں اور شاید ہی ان کی مردم شماری کی جاتی ہو۔جز وقتی یا چھٹیوں میں کام کرنے والے دستکار بھی معاشی سرگرمیوں میں لگے ہیں حالانکہ وہ کم حیثیت شمار ہوتے ہیں اوران کی آمدنی سے گھر کے تمام لوگوں کے لیے صرف ایک وقت کے کھانے کا انتظام ہو پاتا ہے۔

ہمارے یہاں پانچ افراد پر مشتمل ایک دستکار کنبے کی اوسط آمدنی دو ہزار روپے ماہانہ ہے۔جو کہ فی کس 13.50 پیسے یومیہ بنتا ہے۔یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ 1997 میں پارلیمنٹ میں ایک سوال کے جواب میں وزارت داخلہ نے جواب دیا تھا کہ دہلی کے تہاڑ جیل میں قید ایک آدمی کی بنیادی

© NCERT not to be republished

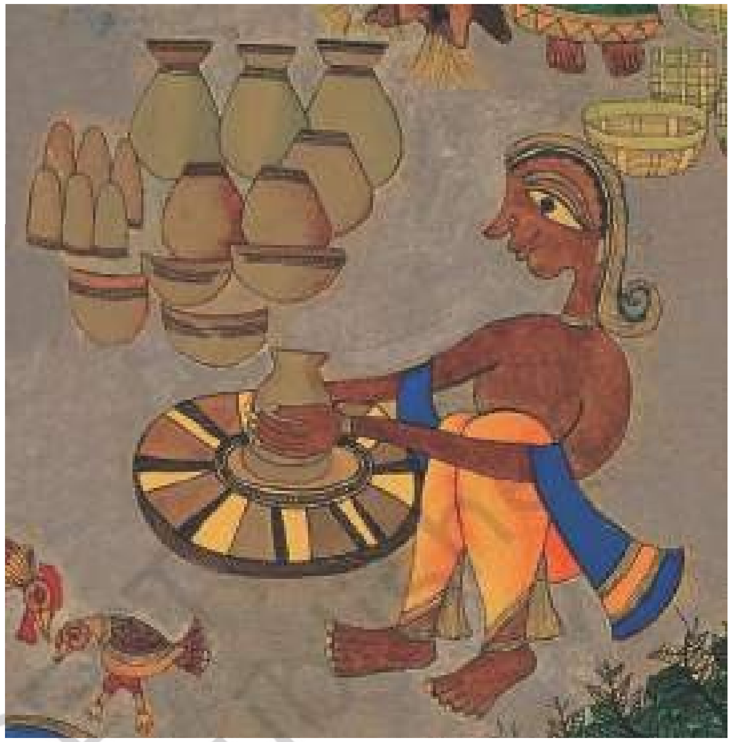

ذاتوں سے وابستگی

گاندھی جی کو یہ امید تھی کہ آزادی کے حصول کے ساتھ ذات پات کا تصور دھیرے دھیرے مٹ جائے گا لیکن ایسا نہ ہوا اور ہاتھ سے کام کرنے والوں کے طور پر دستکاروں کی حیثیت میں مزید کمی آئی۔

آج جبکہ سماجی تغیر پذیری پروان پر ہے تاہم دستکاری کے شعبہ میں موروثی، ذات اور برادری کے ساتھ وابستگی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ظروف سازی، دھات کے کام، چمڑے کے کام، بید اور بانس کے کام میں مخصوص ذات/ فرقہ اور فنکارانہ سرگرمیوں کے درمیان ابھی تک ایک قسم وابستگی باقی ہے۔جن شعبوں میں پہلی نسل کے کام کرنے والوں کی تعداد کم ہے وہاں ذات پات اور فرقہ کی حد بندیاں آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہیں۔خاص طور سے یہ اشیا بنانے والی محرک سرگرمیوں جیسے سلائی اور لکڑی کے کام میں نسبتاً زیادہ نظر آتا ہے کیونکہ یہ بڑی تعداد میں پہلی نسل کے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہی ہیں۔

حالانکہ نوآبادیاتی اور اس سے پہلے کے دور کے ظلم آج نہیں ہیں پھر بھی فنکاری پر منحصر ایک بڑی آبادی بے انتہا غریبی میں زندگی گذار رہی ہے۔اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ کئی فنکار اپنے روایتی پیشہ کو خیر باد کہہ رہے ہیں اور وہ دوسرے کاموں، خاص طور سے ہنر سے عاری روزانہ کی اجرت پر مزدوری کے کام کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں کیونکہ یہاں انھیں زیادہ پیسہ ملتا ہے۔اس رجحان کی تصدیق غیرسرکاری تنظیم، سروتی کے ذریعہ88-1987 میں کرائے گئے سروے سے ہوتی ہے۔اس میں انکشاف کیا گیا کہ روایتی چمڑے کا کام کرنے والے کنبوں میں سے تقریباً آدھے کنبوں کے بہت سے افراد نے چمڑے کا کام کرنا بند کر دیا ہے اور وہ بے غیر منظّم مزدوروں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

آج دیہی غریبوں کا سب سے بڑا طبقہ بُنکر ہیں۔ہماری تاریخ کی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ یہ لوگ کبھی ہندوستان کے امیر ترین پیشہ وروں میں شمار کیے جاتے تھے۔بُنکر تنظیم کسی زمانے میں اس قدر دولت مند تھی کہ اس نے جنوبی ہندوستان کے کئی اہم مندروں کی تعمیر کروائی حتیٰ کہ ان کی اپنی فوج بھی تھی۔

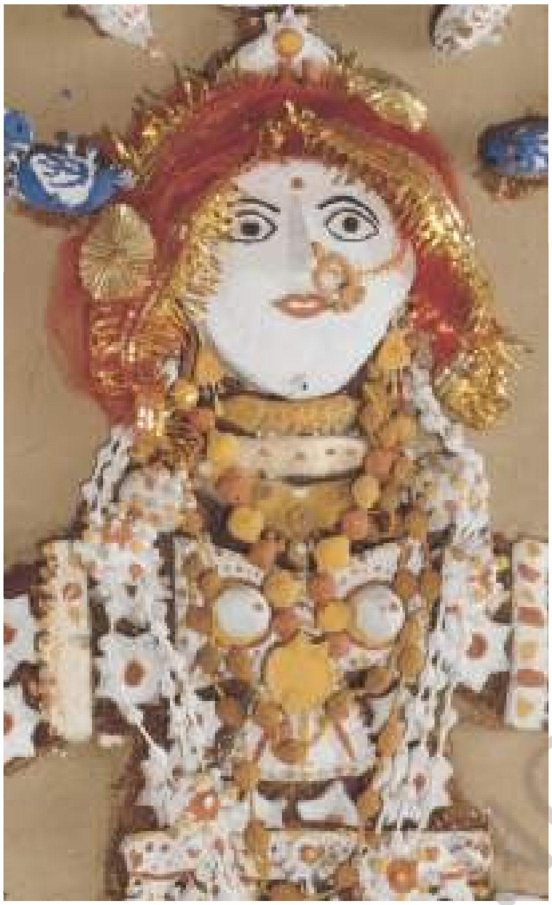

یعنی 7,018 روپے تھی۔ سروے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دستکاروں کے پاس کوئی املاک بھی نہیں۔ ان کی املاک میں ایک مکان ہے اور وہ بھی زیادہ تر کچا اور مٹی کا بنا ہوا۔ زمین نہ ہونے کی مثالیں زیادہ پائی گئیں۔ سروتی کے ذریعہ کیے گئے سروے سے پتہ چلا کہ 61 فی صد دستکاروں کے پاس کسی قسم کی زمین نہیں تھی اور کسی بھی صورت میں ان کی جائداد تین ایکڑ سے زیادہ نہیں تھی۔ زیادہ تر دستکاروں کے کھیتوں میں اپج کم اس لیے تھی کہ وہ زراعتی اشیا خرید پانے اور اور کھیت میں مزید رقم لگانے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ دستکاروں کے پاس عام طور پر جو املاک تھی وہ ان کے پیشے کے مطابق ان کے اوزار اور متعلقہ ساز وسامان تھے۔ ان میں سے چند دستکاروں کے پاس مویشی بھی تھے۔ جتنے دستکاروں کے گھروں کا سروے کیا گیا ان میں سے 46 فی صد کے گھروں پر بجلی نہیں تھی۔

دستکار طبقہ کی اہم مجبوریاں

سماجی کلنک اور ذات پر مبنی تعصّبات، غریبی اور محدود املاک کے علاوہ دستکار طبقہ کو چار اہم مجبوریوں کا سامنا ہے جن کا مختصراً ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

خام مال کا کم ہونا

پورے ملک میں دستکار طبقہ کے لیے مناسب قسم کے خام مال کی حصولیابی مشکل سے مشکل تر ہوتی جا رہی ہے۔ قدرتی وسائل میں کمی کے سبب اب انھیں ردّی اور پرانی چیزیں خریدنی پڑتی ہیں۔ سرمایے کی کمی کے سبب وہ وافر مقدار میں سامان نہیں خرید پاتے۔

اگلے صفحہ پر بانس کی کم ہوتی ہوئی کھیتی اور شمال مشرق میں بڑے پیمانے پر نوآبادیاتی دور میں بانس کشی سے متعلق کہانی آج کے ہندستان میں دستکاری کی صنعت کو درپیش خام مال کی زبردست کمی کا محض ایک اشاریہ ہے۔

لیکن خام مال کی عدم دستیابی یا ان کے استعمال پر پابندی کے باوجود دستکار فطرت کے ساتھ اپنے حیات باہمی کے رشتے سے پوری طرح باخبر ہے۔ مثال کے طور پر رنگ بنانے کے لیے بہار میں عورتیں کبھی پھول نہیں توڑتیں بلکہ ان پھولوں کا استعمال کرتی ہیں جو پہلے ہی سے زمین پر گرے ہوئے ہوں جبکہ قلم کاری پینٹنگ کے لیے پرانی اور زنگ آلود گھوڑے کی نعل کو آج بھی مخصوص رنگ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے!

© NCERT not to be republished

ضرورتوں کو پورا کرنے میں خزانے پر 48.60 روپے فی کس روزانہ کا بار پڑتا ہے۔ جب اس حقیقت کو ان کے سامنے رکھا گیا تو بہت سے دستکار خواتین مرد اور گہری سوچ میں ڈوب گئے اور بغیر کسی مزاح کے کہا کہ اس دستکاری کی زندگی سے جیل کی زندگی ہی بہتر ہے۔

—— جیا جیٹلی

وشوکرماز چلڈرن

دستکاروں کی آمدنی انتہائی کم ہے۔ 88-1987 کے دوران میں سروتی (SRUTI) کے ذریعہ کیے گئے سروے سے یہ پتہ چلا کہ دستکاروں کی دستکاری کے کام سے ہونے والی سالانہ آمدنی اوسطاً 4,899 روپے تھی۔ اگر کام کے حساب سے دیکھا جائے تو بید اور بانس کے کام کرنے والوں کی آمدنی سب سے کم 2,219 روپے سالانہ تھی جب کہ لکڑی کا کام کرنے والے دستکاروں کی سب سے زیادہ

فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔اس سے جنگلات میں کیسی تباہی آئے گی اور دستکاروں کا کیا حال ہوگا اس کی جانب ابھی تک توجہ نہیں دی گئی ہے۔

آپ کو اپنی نویں جماعت کی تاریخ کی کتاب یاد ہوگی جس میں ہندوستان اور عصری دنیا-1 میں پورے ہندوستان میں نوآبادیات کے جنگلات پر پڑنے والے اثرات پر زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کے زیر اثر کس طرح وہاں کے باشندوں اور ان کے روایتی پیشے کو حاشیہ پر پہنچا دیا گیا۔ 1970 کے عشرے میں عالمی بینک نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ 4600 ہیکٹیئر قدرتی سال کے جنگلوں کو گرم علاقے والے چیڑ سے بدل دیا جائے تا کہ کاغذ کی صنعت کو گودا یا خام مال مل سکے۔ ماحولیات کے مقامی حامیوں کی مخالفت کے بعد اس منصوبے پر روک لگائی گئی۔ نوآبادیاتی نظام نہ صرف جبر وظلم کی بلکہ یہ نقل مکانی، افلاس اور ماحولیات کے بحران کی کہانی بھی ہے۔

اسی وجہ سے ہندستانی دستکار اپنی ضروتوں کو کم کرنے، دوبارہ استعمال کرنے اور دوبارہ قابلِ استعمال بنانے اور مقامی ماحولیات سے ہم آہنگی کے بارے میں شعور رکھتے ہیں جو کہ انھیں ان کی ضرورت کے مطابق خام مال دستیاب کراتا ہے۔

زمین اور مقامی ندیوں کو آلودہ کرنے والی معاصر کپڑا مل یا اسٹینلیس اسٹیل کے کارخانوں سے یہ کس قدر مختلف ہے!

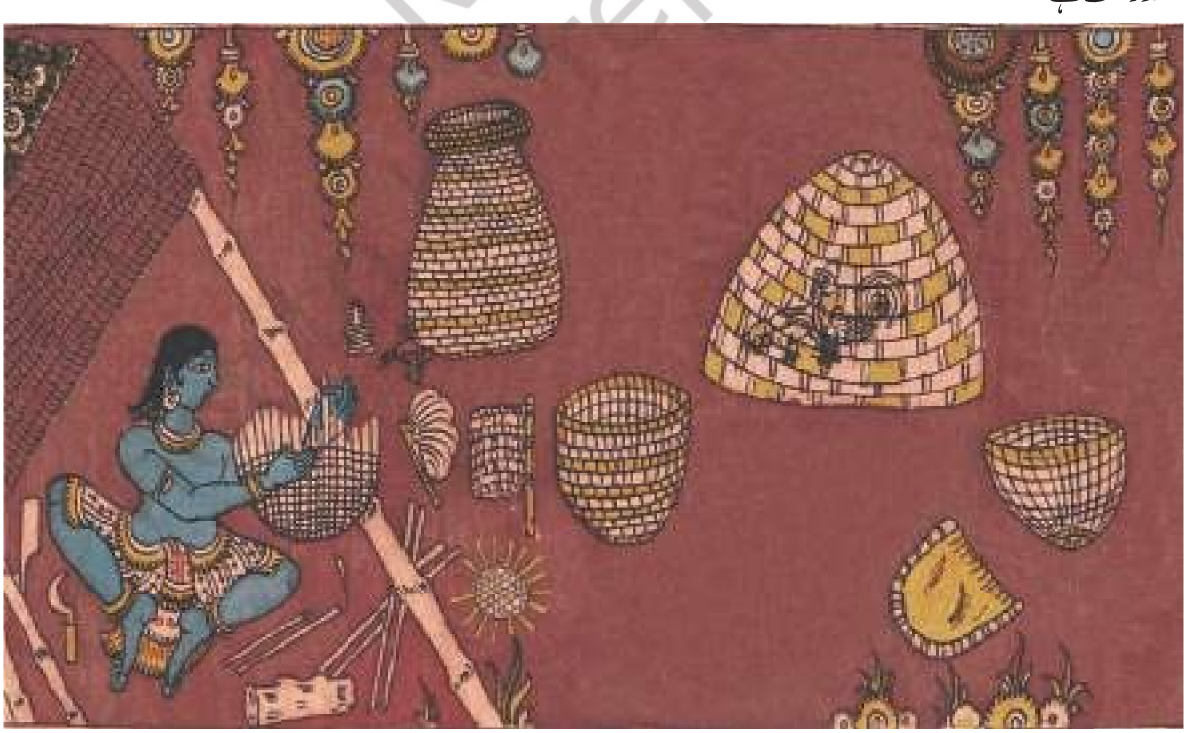

بانس کی کہانی

ہندستانیوں نے مختلف صورتوں میں بانس کا استعمال کیا ہے جیسے مچھلی مارنے کی لگّیاں، ٹوکریاں، جھولے، تابوت، پُل، بارش سے محفوظ رکھنے والی ٹوپیاں اور چھتریاں، چٹائیاں، موسیقی کے آلات اور پانی کے پائپ وغیرہ۔ ان کا استعمال مکان کی تعمیر، باڑھ لگانے اور بیل گاڑی بنانے میں ہوتا ہے۔ کم قیمت کے گھریلو فرنیچر اور گھروں میں روز مرہ کے کاموں میں استعمال ہونے والے طرح طرح کے بانس کے سامان ہمیں بازاروں میں نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم اس پر توجہ نہیں کر پاتے کہ اس معمولی سامان کو گاؤں والے کتنے بے شمار چھوٹے چھوٹے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اسے لوہار کی دھونکنی میں دیکھا جا سکتا ہے یا بانس کی کیل کے طور پر بڑھئی کے کام میں جوڑ لگانے کے لیے اور گاؤں کے بازار میں کھلونوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

لیکن جنگلات کے انگریز عہدہ داروں کے لیے ہندوستانیوں کے علاقائی ماحولیات میں اہم کردار ادا کرنے والا یہ جنگلی جھاڑ والا بانس کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا کیونکہ جنگلات کی آمدنی میں اس کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ ساگوان کی لکڑی کی افزائش میں بھی بانس آڑے آتا تھا اور ساگوان جنگلات کی ان کی پالیسی کا اہم حصہ تھا۔ برطانیوں کو یہ 1920 کی دہائی میں ہی معلوم ہو سکا کہ بانس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اسے کیمیکل میں پکانے اور ان کا گودا نکال کر اسے چپٹا کرنے سے کاغذ بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے برطانیہ کو جنگل سے زیادہ آمدنی ہوگی اور ہندستان جیسے پس ماندہ کہے جانے والے علاقے کی (ان کے مطابق) ترقی ہوگی۔ بہر حال انھوں نے نتیجہ کی کوئی پروا نہ کی کہ ان کی اس سرگرمی کی وجہ سے جنگل کی صورتِ حال پر کیا اثر پڑے گا۔ اس طرح ٹوکریاں بنانے والوں کو بانس زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاتا تھا جبکہ کاغذ بنانے کی صنعت کو یہ کافی رعایتی قیمت پر فراہم کیا جاتا تھا۔

> یہاں تک کہ آزادی کے بعد بھی ہندوستانی کاغذ کی ملوں کو انتہائی کم قیمت پر بانس فراہم کرانا حکومت کی 'وطن پرستی' کی ڈیوٹی تھی اور دسیوں سال تک بانس کی قیمت میں کوئی اضافہ کیے بغیر اس کی
>
> اروناچل پردیش کے اپاٹانی قبیلے اور دنیا بھر میں ان کے ہم منصب قبیلوں کے لیے بانس سبھی کچھ ہے یہ ان کا اوزار، ہتھیار، جائے پناہ، خوراک، برتن، پائپ، موسیقی اور دیوتا ہے۔
>
> —— میکس مارٹن
>
> ڈاؤن ٹو ارتھ

© NCERT not to be republished

اسے ان کے رشتوں کے آخری تار کے طور پر دیکھا جاتا کیونکہ اس کے بعد لنگا یا منگنیار اپنے سرپرست کے گھر میں ہونے والی کسی بھی تقریب میں موسیقی نہیں دے گا۔ سرپرستوں کے لیے اس کا نتیجہ عام طور پر سنگین ہوتا کیونکہ اس کے بعد اسے اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کرنی مشکل ہو جاتی یہاں تک کہ سماج میں اسے مذاق کا نشانہ بنایا جاتا اور وہ ناراض موسیقاروں کے طعن و تشنیع بھرے گیت سے تنگ آ جاتا تھا۔

قرض کی سہولتیں

اس کے برعکس آج دستکار کو امداد باہمی کی اپنی چھوٹی انجمنوں سے تعاون مل جاتا ہے یا پھر اسے اپنے کسی دور کے خریدار سے بھی تعاون مل جاتا ہے جو دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں ہو اور وہ انٹرنیٹ کے ذریعہ ان کی بنائی اشیا خرید سکتا ہو۔ لیکن کل ملا کر اب وہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ کبھی تو بنک سے قرض لے کر خاص طور سے قدرتی آفات (جیسے زلزلہ یا سونامی) کے بعد یا پھر ملک کے دوسرے حصوں میں لگنے والے دستکاری بازار سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان سب کو سرکاری تعاون حاصل ہے۔

دستکار کو اپنی اشیا کی تیاری، خام مال کی خریداری، اوزار میں بہتری اور نئے بازاروں تک سامان پہنچانے کے لیے کام چلانے والے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ غیر منظّم شعبے کے لیے قرض اور بیمہ کی کچھ سہولتیں موجود ہیں۔ دستکاروں کو آسان قسطوں پر قرض کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو ساہوکار سے آزاد رکھ سکیں۔ انھیں قرضوں سے نکالنے اور دستکاری کے احیا میں رقم خرچ کرنے میں تعاون دینے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ بینک ان کے لیے زیادہ آسان قرض کی اسکیمیں شروع کریں۔

روایتی اور مقامی بازار

دستکار برادری اب ان قیمتوں پر روایتی اشیا تیار نہیں کر سکتی جن کو خریدنے کی اہلیت غریب دیہی صارفین رکھتے ہوں۔ صارفین اور دیہی غریب لوگوں میں اس قدر غربت ہے کہ روایتی دستکار اپنے بڑے خریدار کو کھوتے جا رہے ہیں اور اپنے جانے پہچانے خریدار اور ان کی ضرورت کے مطابق نئی طرح کی چیزیں بنانے سے وہ محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک طرح سے ان کی ایجاد کرنے کی تخلیقی صلاحیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔

خواندگی اور تعلیم

ہندستان کے دستکار تعلیم اور خواندگی کے فرق کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ دستکار ہنرمند ہوتا ہے اور وہ ایک مسلسل ارتقا پذیر روایت کا امین ہے۔ یہ تعریف ان کے لیے استعمال ہوتی ہے جو تعلیم یافتہ اور باصلاحیت ہوں۔ بہر حال یہی انسان جو اپنے فن میں ماہر ہیں وہ پڑھنے لکھنے سے قاصر ہیں اور وہ ناخواندہ

لکڑی پر نقش ونگار کرنے والے کیرالہ کے ایک کاریگر کا یہ کہنا ہے ''ہم جنگل میں جاتے ہیں، اور ایک مناسب درخت چنتے ہیں جو کسی بھی طرح سے بدشکل نہ ہوا ہو۔ اور پھر ایک مبارک دن اور وقت پر ہم مٹھائی اور چاول کا نذرانہ لے جاتے ہیں اور اس پیڑ کی جڑ کی نذر کر دیتے ہیں اور اپنی پوجا میں تمام مخلوقات چڑیوں اور کیڑوں مکوڑوں سے جو پیڑوں میں رہتے ہیں سے معافی مانگتے ہیں۔ ہم انھیں یقین دلاتے ہیں کہ حالانکہ ہم ان کا گھر اور ان کی خوراک چھین رہے ہیں لیکن ہم اس کا استعمال اچھے کام میں کریں گے اور لکڑی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع نہیں ہونے دیں گے۔''

—— شوبیتا پنجا

میوزمس آف انڈیا

سر پرستی کا زوال

جہاں روایتی طور پر سر پرستی کا ججمانی نظام تھا یا مقامی مندر، خوشحال افراد، زمیندار یا چھوٹے رجواڑے دستکاروں کی سال بھر یا پھر بحران کے زمانے میں سر پرستی کرتے تھے، وہیں ہمارا جدید سرکاری نظام ایسا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ نسل در نسل ایک دوسرے سے جان پہچان اور شناسائی کی بنیاد پر دیہی کمہار، لوہار اور یہاں تک کہ موسیقار سماجی تانے بانے میں اپنے اپنے کردار سے واقف تھے۔ ذیل کی کہانی میں روایتی موسیقار اور ان کے سر پرستوں کے رشتے کو بیان کیا گیا ہے۔

ہمارے ملک کے جانے مانے تمام پیشہ ورانہ عوامی موسیقی گھرانوں میں راجستھان کے تھار ریگستان کے لنگا اور منگنیار گھرانوں کا شمار ہوتا ہے۔

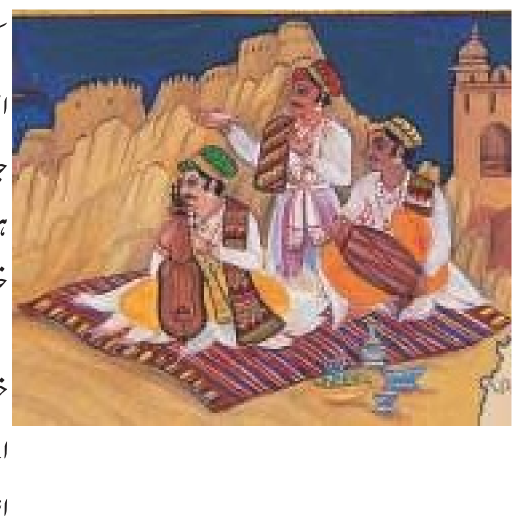

ان دونوں گھرانوں کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ انھیں نسل در نسل ایک ہی خاندان سے سر پرستی ملتی رہی۔ کسی خاص خاندان کے لیے گانے والے منگنیار کو 'دھنی' کہا جاتا ہے۔ اپنے سر پرست کے خاندان کے تمام اہم مواقع اور تقریبات جیسے پیدائش، شادی یا موت کے مواقع پر انھیں گانا ہوتا تھا اور انھیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔ دھنی کا یہ حق موروثی تھا، یعنی اگر کوئی دھنی پچاس خاندانوں سے وابستہ ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں تو ہر ایک بیٹا پچیس پچیس خاندانوں کا دھنی ہوگا اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کے خاندان کا اگر کوئی رکن نہیں بھی گاتا تو بھی اسے ایک مقررہ رقم دی جاتی تھی۔

اس کے علاوہ اس رشتہ کے انوکھے پہلو بھی ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اگر کوئی دھنی اپنے سر پرست سے خوش نہیں ہے تو وہ ان سے قطع تعلق کر سکتا ہے؟ درحقیقت ایسی صورت حال میں وہ ان سے طلاق لے سکتا ہے۔ اپنے احتجاج کو درج کرنے کے لیے پہلے اقدام کے طور پر وہ اپنے سر پرست کے خاندان کی شان میں لکھے اشعار کو گانا بند کر دیتا۔ اگر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو وہ اپنی پگڑی اپنے سر پرست کے گھر کے سامنے دفن کر دیتا تھا۔ اگر اس سے بھی کوئی اثر نہیں پڑتا تو وہ اپنے موسیقی کے تار کو سر پرست کے گھر کے سامنے دفن کر دیتا!

© NCERT not to be republished

مشق

1. موجودہ معاشی حالات میں دستکار کس طرح اپنا مرتبہ قائم کر سکتے ہیں اور باوقار مقام حاصل کر سکتے ہیں؟
2. مندرجہ ذیل باتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے بچہ مزدوری کے نقصانات پر مختصر مضمون لکھیے :
   - معاشی استحصال
   - کام کرنے کے لمبے اوقات
   - تعلیم اور تفریح کے مواقع کی کمی
   - صحت سے وابستہ مسائل – حادثہ، بیماری، تشدد، کیمیائی اجزا کے مہلک اثرات
   - جذباتی اور ذہنی سطح پر ناجائز استعمال اور استحصال
3. مقامی طبقہ کے لیے 'خام مال کے عنقا ہونے' پر ایک تقریر لکھیے ۔ ہندوستانی تہذیب کے پس منظر میں دستکاری کی خدمات کو بیان کیجیے۔ خام مال کے ختم ہونے کی وجوہات اور اس نقصان کے نتائج بیان کیجیے۔
4. ہاتھی دانت، شہ توش اور صندل کی لکڑی ان تمام چیزوں پر پابندی ہے۔ اس کے غیر قانونی کاروبار کا پردہ فاش کرنے کے لیے ایک اسٹنگ آپریشن کی حکمت عملی تیار کیجیے۔
5. پرائمری اسکول میں پڑھنے والے دستکاروں کے بچوں کے لیے ایک سبق تیار کیجیے جس سے ان کی خواندگی کے عمل جیسے تحریر یا ریاضی میں مدد ہو۔ خاندانی دستکاریوں کو دلچسپ انداز میں اس سے منسلک کیجیے۔
6. مختلف قسم کی مقامی روایتوں میں دستکار اور جس خام مال کا وہ استعمال کرتے ہیں ان کے درمیان کے قریبی تعلق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ایسی روایت/ رسم/ تقریب/ تہوار کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے اور ان کا مفصل بیان کیجیے۔

© NCERT not to be republished

قرار پاتے ہیں۔ ہمارے دستکاروں کو مستقبل کی چنوتیوں کا سامنا کرنے کے لیے مسلسل تعلیم اور خواندگی دونوں کی ضرورت ہے۔

حقیقی ترقی کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ کاریگر خواندہ ہوں۔ ان کی ترقی کا اہم پہلو یہ ہونا چاہیے کہ وہ ہنر کی تربیتی اسکیموں کا حصہ ہوں۔ اگر نوجوانوں کو ان کے ہنر کی تربیت کے ساتھ ساتھ مناسب خواندگی کی سہولت فراہم نہیں کی جاتی ہے تو ہم دستکاری اور سماج کے تئیں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ پیداوار بڑھانے اور مارکیٹنگ کرنے، بینک سے قرضوں کو حاصل کرنے اور اپنے انفرادی حقوق کو سمجھنے اور دوسرے طبقوں کے ہاتھوں استحصال سے حفاظت کے لیے خواندگی ناگزیر ہے۔

دستکاروں کی آنے والی نسل کے لیے، دستکار طبقہ میں رہنمائی کی صلاحیت پیدا کرنے کے پروگرام اور پروجیکٹ تیار کرنے کی ضرورت ہے، اس کے ساتھ تکنالوجی میں بہتری لانے کے لیے تعاون، پیداوار بڑھانے، کام کرنے کے بہتر حالات پیدا کرنے اور دستکاروں کے معاشی معیار کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ دستکاروں کو اپنے نئے خریدار اور ان کی ضرورتوں کے بارے میں جاننے اور اپنے سامان کی کوالٹی برقرار رکھنے کے بارے میں سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انھیں یہ سیکھنے کی ضروت ہے کہ وہ کس طرح کے نئے خام مال کے ساتھ تجربات کر سکتے ہیں۔ صحت، تعلیم، سر چھپانے اور کام کرنے کی مناسب جگہ وہ چیزیں ہیں جو ملک کے ہر شہری کا حق ہیں۔ کیونکہ اس میں کسی قیل وقال کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہمارے دستکاروں کو توجہ، دیکھ بھال اور ان کی صلاحیت کے اعتراف کے بغیر دستکاری کو فروغ نہیں مل سکے گا۔ اس کے بعد ہی ہم اس بات کی امید کر سکتے ہیں کہ مستقبل میں دستکاری اپنی قوت اور شان قائم کر سکے گی۔

> قدیم ہندوستان میں آرٹ اور کرافٹ ایک ہوا کرتے تھے، دونوں ایک دوسرے کے مترادف تھے اور دونوں گھروں، عبادت گاہوں اور روزمرہ کی زندگی کا اٹوٹ حصہ تھے اور انھیں گیلری میں نمائش یا بازار کی تجارتی اشیا کے طور پر علاحدہ نہیں کیا جاتا تھا۔
>
> —— لیلیٰ طیب جی

ہندستانیوں کی اکثریت کی روزمرہ کی زندگی میں دستکاری کو واپس لانا دستکاروں کو سماج میں ان کا حق دلانے کی جانب پہلا قدم ہوگا۔ ہنرمند تعلیم یافتہ نوجوان دستکاروں کو تیار کرنا اس ضمن میں دوسرا قدم ہوگا تاکہ مستقبل میں ہندوستان میں دستکاری کی روایت کو اس کے باوقار مقام کی یقین دہانی کرائی جا سکے۔

© NCERT not to be republished